© rasailojaraid.com

حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی!

قسط نمبر ۶

۱) دوامِ حدیث

ایک اسلام

اور فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے موجودہ علماء میں ایک دو بڑی خوبیاں موجود ہیں۔ اول ان کا دامن وضع احادیث کے داغ سے ملوث نہیں، دوم انہیں سرورِ کائنات سے گہری محبت ہے۔ اور ایک دو خرابیاں بھی ہیں۔ اول کہ ملکہ تنقید سے بے بہرہ ہیں، اس وجہ سے وہ صحیح و غلط میں تمیز نہیں کر سکتے، دوسرے وہ اسلاف کی اندھی تقلید کے مرض میں مبتلا ہیں۔ چونکہ ہمارے اسلاف کہہ بیٹھے ہیں کہ صحیح بخاری کی ہر حدیث صحیح ہے، اس لئے ہمارے علماء بخاری کی کسی حدیث کو ناقدانہ نظر سے دیکھنا یا درایت کے معیار پر پرکھنا کفر سے کم نہیں سمجھتے۔ شیخ عبدالحق دہلوی لاکھ چلائیں کہ صحاح میں انسانی اقوال کی آمیزش ہے، علامہ ابن حجر ہزار کہیں کہ صحیح بخاری کی چالیس احادیث جھوٹی ہیں (ملاحظہ ہو مولانا عبیداللہ سندھی کا مضمون، رسالہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر صفحہ ۲۶۸، ۲۷۶) اور شیخ حمیدالدین فراہی بیشک کہتے پھریں کہ صحاح میں بعض احادیث ایسی ہیں جو قرآن کا صفایا کر دیتی ہیں۔ ہم اس عقیدہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ کلامِ رسول کلامِ خدا کو منسوخ کر سکتا ہے (نظام القرآن) لیکن ہمارے علماء یہی کہے جائیں کہ حدیث وحی خفی ہے۔ جو شخص صحاح ستہ کے ہر شوشے پر ایمان نہیں لاسکے گو وہ کافر ہے۔ (دو اسلام صفحہ ۵۹، ۶۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الجواب :

منکرین قرآن نے اب موضوع احادیث کے بیان کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا لگاؤ نہیں رہا جس کی بنا پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی قدر کرتے ۔ اور اسلاف کے اتنے مخالف ہوئے کہ ان کی خدمت کے صلہ میں ان کو کوسنا شروع کر دیا اور درایت پر حدیثوں کو پرکھنے کے لئے میدان میں آگئے ۔ بحر تحقیق کے دعویٰ کے باوجود نہ اصل کتابیں پڑھیں نہ قرآن کو دیکھا جو کسی رسالہ میں گپ شپ دیکھی، اسی کو دستاویزات بنا کر اعتراضات شروع کر دیئے ۔ نہ شیخ عبدالحق کی عبارت کو سمجھے ، نہ اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا کی، مولانا عبیداللہ سندھی کے کلام کو حجت قرار دیا اور شیخ حمید اللہ فراہی کے کلام سے بے سوچے سمجھے استدلال کرنا شروع کر دیا ۔ امت میں سے کسی محدث یا مجتہد یا فقیہ کا یہ مسلک نہیں کہ صحاح کے ہر شوشہ پر ایمان لانا فرض ہے بلکہ وہی احادیث ان کے نزدیک قابل عمل ہیں جو صحیح غیر منسوخ ہوں ۔ اور صحاح کی بعض احادیث غیر صحیح اور بعض منسوخ ہیں ۔ اور ایمان کا تعلق تو یقینیات سے ہوتا ہے ۔ ہاں دلیل کا علم کے لحاظ سے جو مرتبہ ہوگا ، اس کے مطابق اس کا اعتقاد ضروری ہے ۔ جو احادیث متواتر ہیں یا ان کی صحت پر اجماع ہے ، ان پر ایمان لانا فرض ہے اور ان پر اعتراض کرنا کفر ہے اور صحیح حدیث کو بہ نظر حقارت دیکھنا گمراہی اور بے ایمانی ہے ۔ وحی خفی کا یہ مطلب ہے کہ دین کے بارہ میں جو حدیث پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے وہ ہمارے لئے حجت ہے اگرچہ وہ حدیث استنباطی ہو یا وحی کی شکل میں آئی ہو ۔ کیونکہ اللہ کی رضا اس کے متعلق ثابت ہو چکی ہے ۔ یہی معنیٰ وحی خفی کا ہے ہاں جو مشورے اپنی اپنی رائے سے دیئے ہوں اور ان کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو ، اس صورت میں ہم اپنی رائے پر عمل کرنے کے مجاز ہیں ۔

دوسرا باب تدوینِ حدیث

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے مسائل گاہے گاہے مکاتیب کی صورت میں سکھائے تھے اور وہ لوگوں کے پاس محفوظ تھے ۔ اور بعض صحابہ نے احادیث کو قلمبند کیا اور جو صحابہ قلمبند نہیں کرتے تھے ، ان کا حافظہ بہت قوی تھا ۔ یہی حال جمہور کا ہے ، بعض احادیث لکھتے تھے ، جو نہیں لکھتے تھے ، ان کا حافظہ قوی تھا ۔ مگر پھر بھی وہ اخیر عمر میں کتابت کو ترجیح دینے لگے تھے ۔ صغار تابعین کے زمانہ میں حضرت [illegible] دفتروں کے دفتر قلمبند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیئے گئے اور دوسری صدی میں تدوین کا باقاعدہ کام شروع ہو گیا یعنی پہلے مجموعوں کو ایک ترتیب دیدی۔ اور بعض احادیث جو دماغوں میں محفوظ تھیں، ان کو بھی قلمبند کیا۔ اس میں اتنی توسیع ہوئی کہ عام دار الاسلام کے مجموعوں کو قلمبند کر لیا گیا۔ امام بخاریؒ نے صرف ان مجموعوں سے ایک ایسی کتاب لکھی جو بالاتفاق تسلیم کر لی گئی۔ صرف ۱۱ حدیث پر بعض علماء نے تنقید کی، ان کے جوابات دیئے گئے اب جو احادیث بخاری میں ہیں، سوائے چند شاذ الفاظ کے ان کی صحت قطعی تسلیم کی جاتی ہے۔ اور جس حدیث میں کتابت کی مخالفت وارد ہوئی ہے وہ اتنی صحیح نہیں جتنی اجازت کی حدیثیں صحیح ہیں پھر ممانعت والی حدیث کا یہ مطلب ہے کہ قرآن میں ملا کر نہ لکھو جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بعض لکھی احادیث کے مٹانے یا جلانے کی روایات وارد ہوئی ہیں، بلحاظ سند قابل اعتبار نہیں بلکہ انہی صحابہؓ سے جواز کتابت کی روایات صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔ بعض صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کی اجازت سے حدیثیں لکھا کرتے تھے اور ابو ہریرۃؓ نے آپؐ کی وفات کے بعد حدیثیں لکھوائی تھیں یا خود لکھی تھیں۔ اس کے پہلے دو مجموعے تھے، پھر تین، پھر پانچ۔

برق صاحب بجائے "عبداللہ عمرو" "عبداللہ عمر" لکھتے ہیں اور یہ ان کی غلطی ہے بلکہ عبداللہ عمرو ہے۔ اور پھر کہتے ہیں، ابو داؤد میں یہ حدیث ملتی ہے، عبداللہ عمر لکھا کرتے تھے اور مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے کتابت سے منع فرمایا۔ حالانکہ مطلق کتابت سے منع نہیں فرمایا بلکہ قرآن میں لکھنے سے منع فرمایا اور عبداللہ بن عمرو کے لکھنے کا ذکر بخاری میں بھی ہے۔

اور حضرت انسؓ کے متعلق کہتے ہیں:

"اندازہ لگائیے کہ کیا کوئی لڑکا اٹھارہ انیس برس تک کی عمر میں کسی قسم کی کوئی ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ ممکن ہے ارشاد بالفاظ نہ یاد رہا ہو اور بعض دیگر کا خاکہ مکمل کر لیا ہو۔ بہر حال جو احادیث آپ سے مروی ہیں، ان کی تعداد ۱۲۸۶ ہے جن میں ۱۶۸ کی صحت پر ائمہ کا اتفاق ہے اور باقی ۱۱۱۸ کو ناقابل توجہ سمجھا جاتا ہے۔ امام بخاری نے ان متفقہ روایات سے صرف ۸۳ نقل کی ہیں۔ مسلم نے ۷۱ اور باقی کو مشکوک سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔"

یہ انداز تحقیق جس کی بنا پر علماء کو اندھے مقلد کہہ رہے ہیں، نہ متفق علیہ کا معنےٰ سمجھا، نہ بخاری کی تعداد صحیح لکھی، نہ مسلم کی۔ متفق علیہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے بلکہ بخاری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مسلم دونوں کتابوں میں جو احادیث ہیں ان کی تعداد یہ ہے۔ اور جو صرف بخاری میں ہیں اور مسلم میں نہیں، ان کی تعداد ۸۰ ہے۔ اور جو صرف مسلم میں ہیں اور بخاری میں نہیں، ان کی تعداد ۷۰ ہے۔ اور بخاری میں جو انس کی حدیثیں ہیں، ان کی تعداد ۲۷۰ ہے۔ اور جو دونوں کتابوں میں مشترک ہیں، ان کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کی احادیث صحیح ہیں۔ متفق علیہ ان احادیث کو کہتے ہیں جو بخاری اور مسلم دونوں میں ہوں کیونکہ ان کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ باقی احادیث صحیح نہیں یا ان کی صحت پر اتفاق نہیں۔

پھر اس کے بعد دوسری تنقید پڑھیے اور ناقد کی قدر کیجیے کہ کیسے کیسے بے سوچے سمجھے نکتے بیان فرما رہے ہیں، کہتے ہیں:

"اتنی کانٹ چھانٹ کے بعد بھی آپ کی بعض احادیث بدستور محل نظر ہیں۔ مثلاً عتبان بن مالک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے التماس کی کہ وہ میرے گھر میں آ کر نماز پڑھیں، آپؐ نے یہ التجا قبول فرمائی۔ آپؐ کے ہمراہ چند صحابہ بھی تشریف لائے صحابہ نے منافقین کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ کہنے لگے، کتنا اچھا ہو، اگر حضور مالک بن دخشم کی ہلاکت کی دعا کریں، حضورؐ نے فرمایا، وہ کلمہ نہیں پڑھتا۔ صحابہؓ نے کہا، زبان سے تو پڑھتا ہے لیکن اس کا دل بے ایمان ہے۔ فرمایا، جو شخص کلمہ پڑھتا ہے، وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث عجیب معلوم ہوئی۔ چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ لکھ لے اور اس نے لکھ لی۔" (صحیح مسلم کتاب الایمان)

اگر ابن دخشم واقعی منافق تھا اور اتنے صحابہ کی شہادت غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور خود حضورؐ نے بھی اس کی تردید نہیں فرمائی تو پھر اس کی مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ منافقین کے متعلق صریح ارشاد ہے:

"وان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم"

"اے رسول، اگر تو ان منافقین کے لئے ستر مرتبہ بھی مغفرت طلب کرے، پھر بھی ہم ان کی بدکاریوں کو معاف نہیں کریں گے۔"

حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس کا مقصد رضائے الٰہی ہو، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو صحابہؓ نے آپ کی شہادت تسلیم کی اور اپنی شہادت کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ منافقین کی خیرخواہی کرتا ہے۔ صحابہؓ کے پاس اس کے منافق ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یہی شہادت تھی اور اس کی توجیہ ظاہر ہے کہ بعض آدمی مومن ہوتے ہیں مگر رشتہ کی وجہ سے بعض منافقوں کے ساتھ ان کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ان تعلقات کی بنا پر وہ چاہتے ہیں کہ ان کا خاتمہ ٹھیک ہو جائے اور اس لئے وہ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی بنا پر ان کو اپنی بات واپس لینی پڑی۔ اور اگر یہ لفظ جو میں نے ذکر کئے ہیں نہ ہوں تب بھی اس کی مراد وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے اور قرآن مجید سے اس کی شہادت ذکر کی ہے۔ قرآن مجید نے منافقوں کے اس قول کی تردید کی ہے جو وہ کہتے تھے" نشھد انک لرسول اللہ "

فرمایا:

" واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکٰذبون "

یعنی اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی شہادت یہ ہے کہ منافق (اپنے اس قول میں کہ ہم دل سے اقرار کرتے ہیں) جھوٹے ہیں :

پھر کہتے ہیں، ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

" انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول کریم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آپ کے پاس جبرائیل آیا، آپ کو پکڑا، زمین پر گرایا، سینہ چیر کر دل نکالا، پھر دل کو چیرا اور ایک ٹکڑے کے متعلق کہا کہ یہ شیطان والا حصہ ہے۔ اس حصہ کو سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا، پھر دوسرے ٹکڑے کے ساتھ جوڑ کر دوبارہ سینہ میں رکھ دیا۔ . . اور اس زخم کا نشان تا دمِ آخریں باقی رہا " (صحیح مسلم ص ۳۲۳)

یہ حدیث کئی طرح سے مشکوک ہے۔

اول جب بچپن میں حضور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت انس کہاں تھے؟

دوم دل کے دو حصے ہیں۔ دایاں حصہ خون کو پھیپھڑوں میں بھیجتا ہے جو وہاں سے صاف ہو کر دل کے بائیں حصے میں داخل ہوتا ہے پھر جسم میں چلا جاتا ہے۔ دل ایک پمپ ہے جو ہاتھ اور پاؤں کی طرح لذت والم کا احساس نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ خیر و شر کا محرک ہے۔ تمام افکار و جذبات، خیالات، تصورات کا مرکز دماغ ہے۔ خیر و شر کی تحریک بھی یہیں پیدا ہوتی ہے اور ارادے یہیں بندھتے ہیں۔ اگر جبریل کا مقصد منبع شر کو مٹانا تھا تو دماغ کو چیرتا نہ دل کو۔ اس میں کلام نہیں کہ بیچارے صوفیا و شعرا دل ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جذبات کا مرکز دل ہے۔ لیکن غلط فہمی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت نہیں بدل سکتی۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ دماغ کو مجازاً دل کہدیں۔ بہرحال آپ دماغ کو دماغ کہیں یا دل حقیقت یہی ہے کہ خیر و شر کی تمام تحریکات دماغ سے ابھرتی ہیں اور دماغ کا مسکن کھوپڑی ہے نہ کہ سینہ۔ چونکہ اس کا واضع دل ہی کو سمجھتا تھا اس لئے اس نے یہ حدیث گھڑتے وقت قطعاً نہ سوچا کہ جب علم ترقی کر جائے گا تو اس وقت لوگ اس حدیث کو پڑھ کر خدا رسول جبرائیل کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؛ یہی کہ خاکم بدہن ہر سہ دل و دماغ کی ساخت اور ان کے اعمال سے ناآشنا تھے۔

سوم، گناہ کی دنیا حسین بھی ہے اور لذیذ بھی۔ انسان اسی صورت میں کامل بن سکتا ہے کہ وہ گناہ کی تمام ترغیبات کو جھٹک کر نیکی کی اجاڑ راہوں پر بڑھتا چلا جائے۔ ایک حسین نوجوان کا تیز نگاہ سے بچ جانا اس کا کمال ہے۔ لیکن اگر کوئی پیر صد سالہ یہ کہے میں عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا نگاہ کی توہین سمجھتا ہوں تو لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اس لئے ہمیں اس رسول پر ناز ہے جو بشر ہوتے ہوئے بھی ہر ترغیب، ہر کشش اور ہر گناہ سے دامن بچا کر نکل گیا تھا نہ اس رسول پر جسے آپریشن کر کے خطاکاری کی استعداد ہی سے محروم کر دیا گیا تھا۔

چہارم، اگر اللہ کی منشا یہی تھی کہ ہر نبی معصوم ہو تو وہ ماں کے پیٹ میں ان کے دماغ کی ویسی ساخت بنا سکتا تھا کہ گناہ کا ارادہ بھی پیدا نہ ہو سکتا اور بعد میں جبرائیل سے آپریشن اور وہ بھی غلط مقام پر، کرانے کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

پنجم، یہ زمزم کے پانی سے دھونے کی بھی خوب کہی۔ اگر کوئی شخص بجلی کی تاروں کو پانی سے دھونا شروع کر دے اور کہے میں ان تاروں سے بجلی ختم کر کے رہوں گا تو اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ دل یا دماغ میں نیکی یا گناہ کا صرف ارادہ پیدا ہوگا۔ اگر ہم دماغ سے بھیجا نکال کر اسے پانی سے دھونا شروع کر دیں اور کہیں کہ آج ارادوں کا تمام مواد ختم کر کے ہی دم لیں گے تو ہر شخص ہمیں دیوانہ سمجھیگا۔" (دو اسلام ص۵۵، ص۵۶، ص۵۷)

الجواب:

حضرت انسؓ کی عام روایات کو غیر معتبر قرار دینے کے لئے آپ نے اس روایت کا انتخاب کیا ہے۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ انسؓ عینی شاہد نہیں اور یہ اعتراض نہایت ہی کمزور ہے کیونکہ انسؓ نے یہ واقعہ عینی شاہد کی بنا پر ذکر نہیں کیا، بلکہ اس واقعہ کو جیسے سنا، بیان کر دیا۔ ایسی روایات کو مراسیل صحابہ کہتے ہیں اور محدثین ان کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ یہاں جو واسطہ محذوف ہے وہ معتبر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ وہ واسطہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں یا کوئی صحابی ہے۔

دوسرا اعتراض محاورات اور حقیقت سے غفلت پر مبنی ہے۔ معترض نے یہ سمجھا ہے، اس واقعہ میں دل کو محل افکار و جذبات وغیرہ تصور کیا گیا ہے اور یہ نفس الامر کے خلاف ہے۔ یہ اعتراض محاورات سے غفلت پر مبنی ہے۔ عرف میں چونکہ محل ارادہ دل کو ہی خیال کیا جاتا ہے، اگرچہ واقعہ میں اس کے خلاف ہو مگر کلام عرف پر ہی کی جائے گی۔ یعنی یہی کہا جائے گا، میرا دل کرتا ہے، میرا جی چاہتا ہے۔ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ میرا دماغ چاہتا ہے، میرے دماغ میں تیری محبت ہے۔ قرآن مجید نے بھی جذبات کی نسبت دل ہی کی طرف کی ہے چنانچہ فرمایا:

"لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور" (سورۃ الحج)

کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں"

"فعلم ما فی قلوبہم" (سورۃ الفتح)

اللہ نے ان کے دلی افکار و جذبات کو جانا"

اسی طرح فرمایا:

"ختم اللہ علی قلوبہم" (البقرۃ)

کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی"

اور بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں دل کا محل افکار ہونا بتایا گیا ہے۔ پھر سینے کا بھی ذکر ہے۔ اصل میں یہ محاورات جب مستعمل ہو جاتے ہیں پھر متکلم کی کلام ان کے تابع ہوتی ہے۔ رہی بات آپریشن کی کہ آپریشن بے محل ہوا، اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب عرف میں دل اور سینہ ہی محل افکار ہے تو شق اور شرح کی نسبت بھی سینے کی طرف ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید میں جا بجا شرح کی نسبت سینے ہی کی طرف کی گئی ہے:

"الم نشرح لک صدرک"

کہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟"

یہاں بھی دماغ کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا —— اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا:

"رب اشرح لی صدری" (طٰہٰ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ "اے میرے رب میرا سینہ کھول دے"۔ یہ نہیں کہا کہ میرا دماغ کھولا جائے۔
اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

"افمن شرح اللہ صدرہ" (زمر)

"کیا پس جس کا اللہ سینہ کھول دے"۔ . . . یہ نہیں کہا کہ جس کا اللہ دماغ کھول دے۔
پھر پاک کرنے کی نسبت بھی دل ہی کی طرف کی گئی:

"اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم"

کہ "اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کے دل پاک کرے"

"کتب فی قلوبہم الایمان" (مجادلہ)

"ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا"

"ولما یدخل الایمان فی قلوبکم" (الحجرات)

"ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں"!

غالباً اتنی بات تو سمجھ میں آگئی ہوگی کہ عرف کے مطابق ہی بات کی جاتی ہے۔ حقیقت کی طرف بول چال اور محاورہ میں التفات نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں یہ آپریشن کا معاملہ عالم شہادت کا نہیں بلکہ عالم مثال کا ہے جو نفس الامر ہونے کے باوجود کشف اور خواب کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اصل مقصد اس سے معنوی شرح صدر ہے جس کا قرآن نے بار بار ذکر کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جو واقعہ گزرا یہ ایک نفس الامری مثالی واقعہ ہے اور مثالی واقعات میں عرف اور اعتقاد کا لحاظ ہوتا ہے کیونکہ اس سے مقصود صاحب واقعہ نہیں، تاثیر پیدا کرنا ہوتا ہے اور ایک قسم کی تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے۔ جیسے کسی شخص کو خواب میں یہ محسوس ہو کہ میرا سینہ چیرا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو وسعتِ صدر معنوی حاصل ہوگی خواہ یہ وسعتِ صدر بعض اسبابِ ظاہری کی بنا پر ہو۔ اسی طرح اس واقعہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ بچپن میں جیسے اور بچوں کے دل میں کھیل کود کی الفت ہوتی ہے، آپؐ میں نہیں رہے گی۔

تیسرا اعتراض بھی لغو ہے کیونکہ یہ واقعہ آپؐ کے اخلاق کی ایک تصویر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ کی فطرت سے جذبات کو نکال دیا گیا تھا جیسا کہ معترض نے سمجھا ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپؐ کے جذبات پر آپؐ کی عقل اور آپؐ کا ایمان غالب ہوگا۔

چوتھا اعتراض بھی اسی قسم کا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ شاید آپؐ سے جذبات کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو نکالا گیا ہے۔ یہ غلط ہے بلکہ اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ضبطِ نفس کا ملکہ رکھتے ہیں۔

پانچواں اعتراض بھی اسی قسم کا ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی اس بات پر ہے کہ یہ واقعہ عالمِ شہادت کا ہے۔ حالانکہ واقعہ مثالی نفس الامری ہے اور پانی کی طرف نسبت اسی طرح ہے جیسے کوئی خواب میں اپنا دل دھلتا ہوا دیکھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ واقعی اس کا دل عالمِ شہادت میں دھویا گیا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس کا دل صاف ہو گیا ——— یہ جواب تو آپ لوگوں کے مذاق کے عین مطابق ہے۔

اب سنئے، کہ اس واقعہ کو ظاہر پر محمول کرنے سے بھی کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ یہاں آپریشن کرنے والے جبرائیلؑ ہیں۔ کوئی ابن آدم نہیں۔ وہ اس چیز سے واقف ہیں کہ کس مقام کی اصلاح سے جذبات پر اثر پڑے گا۔ قرآن مجید نے بھی جبرائیلؑ کے نازل کرنے کے ذکر میں دل کا ہی بیان فرمایا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

"فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ"،

کہ جبرائیلؑ نے اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتارا ہے۔"

لو اب اللہ تعالیٰ بھی اس امر میں شریک ہو گئے کہ دل ہی محل نزول ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ دماغ منبع ہے، مظہر نہیں تو پھر بھی اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ دل کی اصلاح کو دماغی اصلاح میں دخل ہو۔ بعض اعضاء ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بظاہر ایک دوسرے سے تعلق نہیں ہوتا مگر تجربہ سے ان کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً مویشی کے تھن اگر پک جائیں تو ان کے سینگ پر مالش کرنے سے آرام آجاتا ہے۔ جب مویشیوں کو اپھارہ ہوتا ہے تو ان کا کان چیرا جاتا ہے۔ اسی طرح مراق کے مرض میں، جس کا تعلق جگر اور پیٹ کے پردے سے ہوتا ہے مگر دماغ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ مالیخولیا میں جس کا تعلق دماغ سے ہے دل کا بھی علاج کیا جاتا ہے۔

طبی نقطۂ نظر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دل ایک پمپ ہے جو خون صاف کرتا ہے۔ جس قدر یہ آلہ قوی ہو گا، اسی قدر خون کی صفائی میں مدد ملے گی اور خون کی صفائی کا اثر دماغ پر بھی پڑتا ہے۔ بلکہ تمام بدن کے اجزا ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔ طبیب نبض دیکھ کر، جس کا تعلق براہ راست صرف دل سے ہے، تمام اعضاء کی کیفیت اس سے معلوم کر لیتے ہیں۔ چوتڑ پر ٹیکہ لگانے سے دماغ ٹھیک ہو جاتا ہے اور باسلیق کے فصد سے خاص اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح

(بقیہ بر صفحہ ۴۲)

© rasailojaraid.com